سعید نقوی کے تراجم: ایک تجزیہ

Saeed Naqvi's Tranaslations: An Analysis

ڈاکٹر صدف نقوی* / ڈاکٹر بشریٰ علم الدین**

Abstract:

Saeed Naqvi is a versatile writer. He belongs to Halqa. Arbab e Zooq, New York. He has made invaluable contributions to Urdu literature, as a Novelist, Fiction writer, Poet, Essay writer and Translater. He chose the masterpieces of world literature and translated them into Urdu. Among his translations, there are several translations of novels by Nobel Prize winning writers. These translations of Saeed Naqvi are a reasonable addition to the Urdu speaking circles.

Key words: Urdu, literature, translation, Nobel, fiction, stories

کلیدی الفاظ: اردو، ادب، تراجم، انعام یافتہ، فکشن، وقیع۔

ترجمہ نگاری ایک فن ہے۔ کسی بھی نظریے، فکر یا علم کی تہذیبی و ثقافتی سطح پر نفوذ و استفادے، قدم سے قدم ملا کر چلنے اور اُن سے مربوط رہنے کے لیے ترجمہ ہی ایک اہم وسیلہ ہے۔ عالمی تناظر میں ایک دوسرے کے علمی، ادبی اور تحقیقی کاموں سے فیض حاصل کرنے کے لیے ترجمے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ترجمے کی بدولت ہی اپنے عصر سے قدم ملا کر چلا جا سکتا ہے۔ ترجمے کا فن دو زبانوں، دو تہذیبوں بلکہ دو قوموں کے درمیان پل کا کام

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

**رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

کرتا ہے۔ مرزا حامد بیگ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”ترجمے کے ذریعے زبان کئی اعتبار سے پھلتی پھولتی ہے۔ ترجمہ انسانی علوم میں اضافے کا باعث بنتا ہے وہیں ذہنی سرحدوں کو بھی کشادگی بخشتا ہے۔“(۱)

سعید نقوی خود بھی افسانہ نگار ہیں اور ناول نگار۔ اس لیے وہ تراجم کرتے ہوئے ترجمے کی ثقافتی اور فکری اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ ترجمہ کرتے ہوئے افسانے اور ناول کے اجزائے ترکیبی کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ عالمی ادب پر سعید نقوی کی گہری نظر ہے۔ انہوں نے انگریزی اور دوسری زبانوں کے مختلف فن پاروں کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔

”فریب نظر“ عالمی ادب سے مختلف افسانوں کا انتخاب ہے۔ جن کا ترجمہ سعید نقوی نے کیا ہے۔ پہلا افسانہ اٹالو کالوینو کا”Danghters of Moon“ ہے۔ جس کا ترجمہ سعید نے ”بنات القمر“ کے نام سے کیا ہے۔

ادب زندگی کا ترجمان ہے۔ معیاری ادب کے لیے گہرے مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنی زبان کے ادب کے ساتھ دوسری زبانوں کے ادب سے فیض اُٹھانا بھی ضروری ہے۔ جس کے لیے ترجمے کی حیثیت بنیادی بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر غلام علی لکھتے ہیں:

”ادب میں ترجمہ ایک بہت اہم لسانی اور فکری عمل ہے۔“(۲)

اٹالو کالونیو کی اصل تخلیق اطالوی زبان میں تھی کالونیو اپنے عہد کے اٹلی کے سب سے زیادہ بااثر تخلیق کار تھے۔ دوسرا افسانہ رسکن بونڈ ”The eyes Have it“ ہے۔ جس کا ترجمہ ”فریب نظر“ کے نام سے کیا ہے۔ رسکن بونڈ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ دوسرا افسانہ ”The man who shouted teresa“ ”شخص جو چیخا تھا، کے عنوان سے کیا ہے۔

انہوں نے جانوروں کی کردار نگاری کے ذریعے انسانی رشتوں میں محبت کو اُجاگر کیا ہے۔ ”فریب نظر“ دو نابینا انسانوں کی کہانی ہے۔ جو ایک دوسرے سے اپنی کمزوری چھپانا چاہتے تھے۔ مجموعے میں شامل دوسری کہانی ”چھوٹی بڑی مخلوق“ ہے۔ جس میں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ”فریب نظر“ میں سیزر آئرا کا افسانہ ”پکاسو“ شامل ہے۔ یہ ایک ہسپانوی کہانی ہے۔ سیزر آئرا کا تعلق ارجنٹینا سے ہے پکاسو، انسانی خواہشات کی گتھی کو سلجھانے کی ایک کوشش ہے۔ دوسرا افسانہ ”کتا“ ہے۔ یہ ایک علامتی کہانی ہے۔ اس میں انسان کا ضمیر بالا آخر اسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

ایمبروز گوئینیٹ بیرس امریکی ادب تھے۔ ایمبروز نے بطور صحافی اور جنگی حوالے سے کہانیوں میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اس مجموعے میں اُن کی کہانی ”An occurrence at owl creek Bridge“ ”الّو والی ندی

کے پل کے واقعہ" اور "A Horseman in the Sky" "آسمان پر ایک گھڑ سوار" شامل ہیں۔ یہ دونوں کہانیاں انسانی رشتوں اور نفسیات پر جنگ کے اثرات کی حامل ہیں۔

فریب نظر میں ولیم سڈنی پورٹر المعروف اوہنری کے دو افسانے شامل ہیں "The Cactus" "Sprirgtime Ala Carte" "خواہش پر مہیا موسم بہار" "The Cactus" ایک علامتی کہانی ہے جس میں لڑکی اپنے دوست کو کیکٹس کا پودا بھیجتی ہے۔ لیکن وہ اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہے۔ ایک دوست اُسے بتاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے "آؤ اور مجھے اپنالو، لیکن اُس وقت تک اُس لڑکی کی شادی ہو چکی ہوتی ہے۔"

اس افسانوی مجموعے میں چمامانڈا انگوزی اڈیچی کے دو افسانے بھی شامل ہیں۔ چمانڈا کا تعلق نائجیریا سے تھا لیکن تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ امریکہ منتقل ہو گئیں۔ "اپولو" اور "تمہیں کیسا لگا؟" "How did you feel about it" کا ترجمہ ہے۔ یہ دونوں کہانیاں انسانی رشتوں کے مطالعے پر مشتمل ہیں۔ این ایس موھوں کا تعلق انڈیا سے تھا۔ اُنھوں نے ملیالم زبان میں کہانیاں لکھی ہیں۔ ان کا افسانہ "نیلی پنسل" "The Blue Pencil" بابری مسجد کے واقعے پر احتجاج ہے۔ دوسری کہانی "اُمید کی فصل" "When Best Trees" اندرا گاندھی کے ایک سکھ کے ہاتھوں قتل ہونے کے اثرات کی کہانی ہے۔

ایرک آرتھر بلییئر کا تعلق ہندوستان کے صوبے بہار سے تھا۔ وہ برطانیہ میں مقیم رہے۔ وہ جارج آرول کے نام سے مشہور ہوئے۔ اِس مجموعے میں شامل اُن کی دونوں کہانیاں "ایک ہاتھی کا شکار"، "ایک پھانسی" (A Hanging) برما میں پولیس کی ملازمت کے دور کی ہیں۔ جہاں وہ برطانوی تسلط پر طنز کرتے نظر آتے ہیں۔

"فریب نظر" کے آخر میں مچل ڈیوڈ الہام کے ناول "Tuesdays with Morrie" "منگل والے لوگ کا ترجمہ شامل ہے۔ ڈیوڈ کی کہانیوں میں حیات بعد الموت کا ذکر ملتا ہے ناول "منگل والے لوگ" ایک پروفیسر اور اُس کے شاگرد کی کہانی ہے۔ اُستاد مولوی کو (Amyoytrophic Lateral Sclerosis, ALS) کی بیماری ہے۔ لیکن وہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ با مقصد گزارنا چاہتا ہے۔ اُس کے تمام چاہنے والے اُسے ملنے آتے ہیں۔ ہر منگل کو تجربات کی کتاب سے سبق دیا جاتا۔ موضوع تھا۔ "زندگی کا مفہوم" اُستاد مختلف سبق دیتا ہے:

"ایک دفعہ تمہیں مرنے کا سلیقہ آجائے تو جینے کا ہنر بھی پالو گے۔"(۳)

"ایک دوسرے سے محبت کرو یا فنا ہو جاؤ۔"(۴)

"اپنی زندگی دوسروں کی محبت کے لیے وقف کر دو۔"(۵)

"زندگی کے معنی ہیں دوسرے لوگوں سے رابطہ رکھنا۔"(۶)

"مرنے سے پہلے اپنی آپ کو معاف کر دو اور پھر دوسروں کو معاف کر دو۔"(۷)

"کیا آپ کو واقعی کبھی ایک استاد ملا ہے۔ جو آپ میں چھپے جوہر کو ڈھونڈ نکالے۔ اگر خوش قسمتی سے آپ کو ایسے اُستاد تک رسائی مل گئی تو واپسی کا راستہ بھی مل جائے گا۔"(۸)

مچل ڈیوڈ ابہام کے ناول "منگل والے لوگ" کا ترجمہ سعید نقوی نے اتنی روانی سے کیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ناول سعید نقوی کی تخلیق ہے اور اُردو زبان ہی میں لکھا گیا ہے۔

سعید نقوی نے یووال نوح ہراری کی کتاب "A brief History of Humankind Sapiens" کا ترجمہ "بندہ بشر" (انسان کا ماضی، حال اور مستقبل) کے عنوان سے کیا ہے کتاب کا انتساب "علیزہ سیدہ علی" کے نام ہے۔ انسانی ترقی اور نفسیات کے حوالے سے یہ ایک شان دار کتاب ہے۔ سعید نقوی نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے اُردو دان طبقے کے لیے معلومات اور تحقیق کے نئے در وا کیے ہیں:

"(Sapiens) سپین میں قوموں کے عروج وزوال کے معاملات جس طرح بیان ہوئے ہیں اور تعصب و تنگ نظری کے نقصانات کا جو تزکرہ ہے وہ ہماری ریاست کے لیے بالخصوص دل چسپی کا باعث ہونا چاہیے۔ ہمارے تمام منتخب نمائندوں کے لیے یہ کتاب لازمی مطالعہ قرار دی جائے۔ اسے محض داخل نصاب کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ انسان اس خلاّق اعظم کی ناول کا سب سے پیچیدہ کردار ہے۔ یہ کردار خود اپنی ناول تخلیق کر رہا ہے۔ ہراری ہمیں خبر دار کرتا ہے۔ کہ "نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں" یہ کتاب ایک لازمی مطالعہ قرار دی جائے۔ اسے محض داخل نصاب کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ اس سے کچھ منتخب نمائندوں کے بچ نکلنے کا امکان ہے۔"(۹)

"سٹونر" جان ولیمز کا ناول ہے۔ جس کا ترجمہ سعید نقوی نے ۲۰۱۹ء میں کیا۔ جان ولیمز کا یہ ناول پہلی بار امریکہ میں ۱۹۶۵ء میں چھپا تو اس کی صرف ۲۰۰۰ کاپیاں فروخت ہوئیں۔ ۲۰۰۶ء میں یہ ناول دوبارہ شائع ہوا۔ اس کا فرانسیسی ترجمہ ہوا۔ تو اس کی مقبولیت پورے یورپ میں پھیل گئی۔ جن لوگوں نے پہلے نہیں پڑھا تھا اُنہوں نے اس ناول کو دوبارہ پڑھا۔ اسے امریکہ کا عظیم ترین ناول قرار دیا گیا۔ جان ایڈورڈ ولیم امریکی مصنف اور پیشے کے اعتبار سے مدرس تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں انہوں نے امریکی فضائیہ میں خدمات سر انجام دیں۔ جامعہ میسوری سے انگلش لٹریچر میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ ڈین ور میں انگریزی کے اُستاد مقرر ہوئے۔ اس ناول میں ایک پروفیسر کی ناکام زندگی کو دکھایا گیا ہے۔ جو تصادم پر درگزر کو ترجیح دیتا ہے بقول سعید نقوی:

"مصنف نے نہایت خوبصورتی، نزاکت اور سمجھداری سے انسانی رویوں اور رشتوں کی گتھیاں سلجھائی ہیں اس میں نفسی اور نفسانی خواہشات کی تحلیل نفسی کی گئی ہے۔ ہر بڑا ناول انسانی رویوں اور کسی نہ کسی اعتبار

سے محبت کی داستان ہوتا ہے انسان سے زیادہ پیچیدہ اور حیران کن کردار اس خالق عظیم کے ناول میں ابھی تک تخلیق نہیں ہوا۔ انسان کی ذات کتنے ان گنت رویوں پر قادر ہے فکشن اس کی نقاب کشائی کا ایک عمل ہے۔"(۱۰)

جان ولیمز کی زندگی اور اس ناول کے مرکزی کردار ولیم اسٹونر میں بہت مماثلت نظر آتی ہے یہ ناول ایک پروفیسر کی ناکام دنیاوی زندگی سے وابستہ کرداروں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ناول میں اسٹونر کی بیوی کا کردار ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ سعید نقوی کا ترجمہ دیکھئے:

"جامعہ میں بھی وہ اپنا کام اسی محنت سے کرتا جیسے کھیت میں۔ دل لگا کر، مستعدی سے، کوئی رغبت اور نہ ہی کوئی اُلجھن۔"(۱۱)

سعید نقوی نہ صرف ترجمے کا ذوق رکھتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ دونوں زبانوں پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ نفسِ مضمون پر اُن کی گہری گرفت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ ترجمہ کرتے ہوئے اصل متن کی مخصوص وضع کو منتقل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں ناول "اسٹونر" کے ترجمے میں بھی وہ اصل سے مرغوب دکھائی نہیں دیتے بلکہ مصنف اور متن کے مطیع اور وفادار رہ کر ترجمہ کرتے ہیں۔ ان کے ترجمے میں اصل متن کی روح نظر آتی ہے۔ ناول "سٹونر" کا سعید نقوی کا ترجمہ دیکھئے:

"شیکسپیئر کی بڑھتی ہوئی موسیقیت رات بھر چراغ جلانے سے حاصل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ایک فطری جینئیں تھی جو حاکمیت اور دنیاوی قوانین کو رد کرتی تھی۔ کم تر شعرا کے مقابلے میں شیکسپیئر نہ گمنامی کا ستارہ تھا اور نہ اس نے صحرا کی ہوا میں اپنی خوشبو ضائع کی تھی۔ وہ اس پر اسرار ذخیرے کا حصہ تھا۔ جہاں سے تمام شعرا اپنی غذا حاصل کرتے تھے۔ ایسے لازوال شاعر کو کیا ضرورت تھی کہ وہ محض قواعد کے تضحیک آمیز قوانین سے کچھ کشید کرتے۔"(۱۲)

سعید نقوی نے اپنے تراجم میں زبان کے اسالیب، صوتیات، بیان و بدیع، ہیئتوں اور تکنیکوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ انھوں نے تراجم کے ذریعے بہت سے گوہر شہوار اُردو زبان میں منتقل کیے ہیں۔ اُن کے ترجمے میں اصل کی سی رعنائی، گہرائی اور کیف افزائی نظر آتی ہے۔ اُن کا اندازِ نگارش موضوع سے مناسبت رکھتا ہے۔ ناولوں کے انتخاب میں بھی انھوں نے معیار کو مدنظر رکھا ہے۔

سعید نقوی نے ٹونی موریسن کے ناول "Beloved" کا ترجمہ "دُلاری" کے نام سے کیا ہے۔ اس ترجمے کا انتساب اُنھوں نے آصف فرخی کے نام اِن الفاظ میں کیا ہے:

"اردو ادب کا روشن ستارہ، جس نے غیر ملکی زبانوں کے ادبی فن پاروں کے تراجم سے اُردو ادب کے دامن

کو مالا مال کیا۔"[۱۳]

ٹونی موریسن ۱۸ فروری ۱۹۳۱ء کو لورین، اوہائیو میں پیدا ہوئیں اُن کے والد ویلڈر اور والدہ گھریلو ملازمہ تھیں۔ موریسن نے جامعہ ہاورڈ، واشنگٹن سے کلاسیکل انگریزی میں گریجویشن کی۔ پھر ورجینا وولف اور ولیم فانکنر پر مقالے لکھ کر جامعہ کورنیل سے ماسٹر ڈگری حاصل کی۔ وہ جنوبی ٹیکساس کی جامعہ میں انگریزی کی اُستاد مقرر ہو گئیں۔ ۱۹۵۷ء میں وہ ہاورڈ یونیورسٹی میں پڑھانے لگیں۔ ۱۹۸۹ء میں پرنسٹن یونیورسٹی میں ملازمت کی۔ ۱۹۸۷ء میں اُن کے ناول "Beloved" کو پلٹزر انعام دیا گیا۔ اِن کے اس ناول پر ۱۹۸۸ء میں ایک فلم بھی بنی۔ وہ پہلی امریکی سیاہ فام خاتون تھی جنہیں ادب کا نوبل انعام دیا گیا۔ باراک اوبامہ نے ٹونی موریسن کو ۲۰۱۲ء میں صدارتی تمغہ آزادی دیا۔ ٹونی موریسن بہت ذہین خاتون تھیں۔ سعید نقوی لکھتے ہیں:

> "ٹونی موریسن لکھائی کے لیے قلم کی جگہ نشتر استعمال کرتی ہیں دوٹوک، نوکیلا، جوشیلا، بے پرواہ، اُنہوں نے امریکہ میں سیاہ فاموں کی معاشرت، تہذیب، ثقافت اور اقتصادیات کو اپنا موضوع بنایا۔ ان کی ناولیں امریکہ میں سیاہ فاموں کی غلامی کی تاریخ ہیں۔ وہ خود غلام گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ لہٰذا یہ تاریخ سنی سنائی نہیں، آپ بیتی ہے۔"[۱۴]

اس ناول کا دورانیہ امریکی خانہ جنگی کا زمانہ ہے۔ یہ ناول ایک سچی کہانی کے ارد گرد بنائی گئی ہے۔ ۱۸۵۶ء میں اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ جس میں ایک عورت اپنے شوہر اور بچوں سمیت غلامی کی زندگی سے فرار ہو گئی تھی لیکن جب اُن کا مالک قانون نافذ کرنے والوں کے ساتھ اُن کو پکڑنے آیا تو اُس نے بچی کو قتل کر دیا تاکہ وہ غلامی کی زندگی میں واپس نہ جاسکے۔ اس ناول کی مرکزی کردار "سیتھ" بھی پکڑے جانے پر اپنے چاروں بچوں کو قتل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاکہ انہیں غلامی کی ذلت، جبر اور تشدد سے محفوظ رکھ سکے۔ صرف اُس کی دو سالہ بیٹی ہلاک ہوتی ہے۔ اُس کی قبر پر وہ صرف ایک لفظ "دلاری" ہی کھدوا پاتی ہے۔ جس کی قیمت وہ کھدائی کرنے والے کے ساتھ ہم بستری کر کے چکاتی ہے۔ اس ناول میں موریسن نے اس مقتولہ بچی دلاری کے بھوت کو آسیب اور پھر گوشت پوست کی شکل میں قاری کے سامنے پیش کیا ہے سعید نقوی لکھتے ہیں:

> "یہ تین غلام نسلوں کی کہانی ہے۔ تکنیکی اعتبار سے یہ ایک خوب صورت ناول ہے۔ جس میں واقعات اپنے جدولی تسلسل کے بجائے بے ترتیبی سے بیان ہوئے ہیں۔ قاری کو اُنیسویں صدی کے دوسرے نصف کے مختلف ادوار میں بار بار پیچھے لوٹنا پڑتا ہے۔ ناول میں غلامی، مردانگی، انا، یادوں اصل اور مفروضے کے دستور موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ موریسین کے یہاں سیاہ فام امریکیوں پر ڈھائے گئے

مظالم کا بے لاگ، دو ٹوک نقشہ کھینچا ہے۔ انہوں نے سفاکی کو سفاکی کے ساتھ ہی بیان کیا ہے۔ ظلم، تشدد، جنسی مظالم میں جمالیات کو کوئی دخل نہیں اور موریسن نے بھی اِن کے تفصیلی بیان سے کہیں اس لیے کنارہ نہیں کیا کہ یہ قاری کے مزاج پر بوجھل ثابت ہوں گے۔"(۱۵)

سعید نقوی نے اس ناول کا ترجمہ بڑی روانی سے کیا ہے۔ مکالمے پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ناول اُن کا طبع زاد ہے:

"میں شرطیہ کہتی ہوں تم کبھی اتنی دیر تک سوئیں بھی نہیں کہ سورج منہ پر آجائے۔"(۱۶)

ناول میں گیت کا ترجمہ بھی سعید نقوی نے بڑی مہارت اور شعری تخلیق کی صورت میں کیا ہے:

اس کیچڑ، کہر اور دھندلکے میں
خوابیدہ، پرسکوں گھرانوں میں
اپنے میٹھے گیت سنانے کو
کوئی جھولا پینگیں دینے کو
جہاں گھڑی کی بے حس حرکت سے
دن ڈھل جانے کی خبر ملے
اور چاندنی اوپر رقص کرے
کھلونے فرش پہ سوئے ہوں
میرا تھکا یہ جسم سوتا ہو
بٹن دیدوں والی عورت(۱۷)

ناول "دلاری" کا ترجمے میں سعید نقوی کی خلاقانہ شان نظر آتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اُنہوں نے "دلاری" کو اُردو میں دوبارہ خلق کیا ہے۔ اِن ناول کے ترجمے میں اُنہوں نے شاعری کے اجزاء کا ترجمہ جس روانی اور مترنم انداز میں کیا ہے۔ اُس سے اُنہوں نے اُردو زبان کی حدود اور امکانات کو وسیع کیا ہے اور ناول کے قارئین کو نئے موضوعات سے بھی روشناس کرایا ہے۔

"دونیم اپریل" "Broken April" اسماعیل کادارے کا ناول ہے۔ اسمعیل کادارے ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ وہ البانیہ کا ایک معروف شاعر، ناول نگار، مضمون نگار اور ڈرامہ نگار ہے۔ اسماعیل کادارے کو بین الاقوامی سطح پر بہت سے انعامات سے نوازا گیا۔ جن میں بکر پرائز، نیوسٹاٹ بین الاقوامی انعام برائے ادب، یروشلم ایوارڈ وغیرہ شامل ہیں۔ اسماعیل کادارے کا خاندان مسلمان تھا۔ لیکن اسماعیل کادارے نے لادینیت اختیار

کی۔ سعید نقوی نے ۲۰۲۰ء میں اس ناول کا ترجمہ کیا یہ ایک استعاراتی کہانی ہے۔ جس میں منظر نگاری اپنے عروج پر ہے۔ ایک مصنف بیسیں کی کہانی ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ ہنی مون منانے پہاڑی علاقے کی طرف جاتا ہے۔ اُن کی قدیم فرسودہ روایات میں بیسین کو رومانویت نظر آتی ہے۔ جب کہ اس کی بیوی ڈایانا کو اس زمین پر بہتے لہو کی افسردگی دکھائی دیتی ہے۔ احساسات کا یہ تضاد دونوں کو دور کر دیتا ہے۔ ہنی مون کے دوران ڈایانا کو ''جورگ'' ناول کا مرکزی کردار ملتا ہے۔ جو سلسلہ وار دشمنی کا شکار ہے۔ اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینے کے بعد خود اُس دشمنی کا اگلا متوقع شکار ہے۔ اس کو مقتول کے خاندان نے ایک ماہ تک کی جنگ بندی کا وقت دیا ہے جو کہ وسط اپریل میں ختم ہو جانا ہے۔ متوقع موت کا خوف، پناہ گاہ تک پہنچ جانے کی اُمید، کسی انہونی کی خواہش یہ سب تاثر ڈایانا کو پرکشش محسوس ہوتے ہیں۔ شوہر سے بددل ہو کر جورگ کے لیے اس کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔ جورگ جو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے بھائی کا انتقام لیتا ہے۔ کیونکہ اُس کا باپ بار بار اُس کی توجہ بالائی منزل پر لٹکی ہوئی اُس کے بھائی کی قمیض کی طرف کرواتا ہے۔ جس کے خون کے دھبے پیلے پڑ جائے تو کہا جاتا تھا کہ مقتول تکلیف میں ہے۔ اب جب اُس نے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لے لیا تھا تو اُس کی ماں نے وہ قمیض دھو دی تھی۔ لیکن جس کو اس نے قتل کیا تھا اُس کے گھر والوں نے خون آلود قمیض لٹکا دی تھی۔ دشمنی کا یہ سلسلہ صدیوں جاری رہنا تھا۔

سعید نقوی نے اس ناول کا ترجمہ انگریزی زبان سے کیا ہے حالانکہ اصل ناول البانیہ کی زبان میں ہے۔ سعید نقوی لکھتے ہیں:

> ''میری ذاتی رائے میں اس کا انگریزی ترجمہ شاید اس معیار کو نہ پہنچ سکا۔ ترجمہ کرتے ہوئے کئی بار احساس ہوا کہ شاید ترجمہ نگار اسماعیل کے فقروں کے پس پردہ معنی کو گرفت کرنے میں ناکام رہا ہے۔''(۱۸)

یوں تو مترجم کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اصل زبان سے ترجمہ کرے کیونکہ ترجمے میں ترجمہ در ترجمہ خامیاں شامل ہو جاتی ہیں لیکن سعید نقوی کا ترجمہ رواں ہے۔ ابلاغ کے حوالے سے معیاری ہے۔ فحوائے متن کے مطابق ہے۔ ''Broken April'' کا ترجمہ ''دو نیم اپریل'' کرنا اُن کی تخلیقی صلاحیت کا عکاس ہے۔ ترجمے کا یہ پیرا گراف دیکھئے:

> ''اس دوران جیسے کسی پرانے عَلم کی جگہ نیا عَلم لگا دیا جائے، کرائے کاٹک کے قلعے کی بالائی منزل پر انہوں نے نئے مقتول کی خون آلود قمیض لٹکا دی تھی۔ موسم کی سردی یا گرمی اس جمے ہوئے خون کے رنگ پر اثر انداز ہوئی اس قمیض کے کپڑے کی بناوٹ بھی، لیکن ان سب باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتا، ان تمام تبدیلیوں کو پر اسرار پیغامات سے تعبیر کیا جاتا، جن کے ماخذ پر کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہیں

تھی۔"(۱۹)

سعید نقوی نے جان اسٹائن بیک کے ناول "The Grapes of Wrath" کا ترجمہ "اشتعال کی فصل" کے عنوان سے کیا ہے۔ ترجمہ سٹی بک پوائنٹ، کراچی سے ۲۰۲۱ء میں شائع کیا۔ جان اسٹائن بیک کا یہ ناول تاریخی ہے آج بھی یہ ناول امریکہ کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے:

"انگریزی ادب میں ڈگری کے حصول کے لیے نہیں، بلکہ معاشیات، طبعیات، کیمیا اور ریاضی جیسے مضامین تک پہنچنے کے لیے بھی۔ کیوں کہ فکشن فکر و نظر میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ جو اُس کا کائنات کی دریافت کے لیے ضروری ہے۔"(۲۰)

جان اسٹائن بیک کا تعلق مزدور طبقے سے تھا۔ یہ ناول ۱۹۳۰ء کے ڈپریشن کے پس منظر میں لکھا گیا۔ یہ ناول انسانی زندگی کی بقا کی کہانی ہے۔ یہ ناول ۱۹۳۹ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں اسٹائن بیک کو جب نوبل انعام ملا تو ایوارڈ کمیٹی نے اس ناول کا بھی ذکر کیا۔ سعید نقوی اس ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"۔۔۔اسٹائن بیک کے اس ناول میں اس دور کے امریکی معاشرے میں عورت کے مرکزی کردار کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ دشوار ترین حالات میں بھی عورت ہمت نہیں ہارتی۔ غیر معمولی برداشت کے ساتھ مستقبل پر اس کا یقین مستحکم اور غیر متزلزل ہے۔ اسٹائن بیک کی نثر بہت خوب صورت اور رواں ہے۔ کردار نگاری زندگی سے بہت قریب ہے۔ اس نے کرداروں کے تضاد سے انسانی رویّوں کے مختلف رخ اُجاگر کیے ہیں۔ جہاں فراوانی انسان کو کاہل، لاپرواہ اور خود غرض بناتی ہے۔ وہیں دشواریاں اور قدرتی آفات انسانوں کو قریب لے آتی ہیں۔"(۲۱)

سعید نقوی میڈیسن کے ڈاکٹر ہیں لیکن ادب سے اُن کی وابستگی اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کی عکاس ہے۔ وہ ادب سے سرشاری حاصل کرتے ہیں۔ اُن کی اپنی تخلیقات بھی اُردو ادب میں اہم اضافہ ہے۔ ابھی حال ہی اُن کا افسانوی مجموعہ "دائرے سے باہر" شائع ہوا ہے۔ جو مغربی اور مشرقی تہذیبوں کا سنگم ہے۔ تخلیق اور ترجمے کے دوران جس جمالیاتی احساسات سے وہ دوچار ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"فکشن ہمیں ایک عجیب قسم کی سرشاری سے روشناس کراتا ہے۔ یہ کیفیت بیان کرتا دشوار ہے۔ یہ وہی واردات ہے۔ جیسے کوئی غیر معمولی پینٹنگ یا غیر معمولی دلکش چیز، آپ کی نگاہوں سے گزر جائے۔ فکشن دریافت کا ایک مرحلہ ہے۔ جس میں ہم اپنی ذات کے پرت کھلتے دیکھتے ہیں۔ تخیل کی یہ پرواز ہمیں اِن مقامات تک لے جاتی ہے اور اُن رویوں سے روشناس کراتی ہے۔ جہاں ہمارے پر جلنے لگتے ہیں یا وہ ہمارے احساس پر گراں گزرتے ہیں کہ جنہیں ہم شعوری طور پر نظر انداز کرتے ہیں۔"(۲۲)

جان اسٹائن بیک کا یہ ناول امریکی ادب کے اہم ناولوں میں شمار ہوتا ہے جس کے ترجمہ میں سعید نقوی کے خلوص، ذمہ داری اور ادبی و جمالیاتی قدروں سے شناسائی کا اظہار ملتا ہے۔

اوکلاہوسا کا مزارعہ جوڈ خاندان نئے اقتصادی حالات سے مجبور کیلی فورنیا کی جانب ہجرت کرتا ہے۔ یہ اقتصادی حالات بڑی کمپنیوں اور بینکوں کی بے رحم حکمت عملی کا آئین ہیں یہ تجارتی ادارے اپنے منافع کے حصول میں غریب طبقے کو اور زیادہ پس ماندگی میں دھکیل دیتے ہیں حتیٰ کہ روئی کے ایک ٹکڑے کے لیے اُن سے پورا دن محنت کروائی جاتی ہے۔ جوڈ خاندان اور اس قسم کے لاکھوں مہاجرین جب کیلی فورنیا پہنچتے ہیں۔ تو انہیں تمام دن کی مزدوری کے بعد اپنا پیٹ بھرنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ناول دو متضاد رویے ہمارے سامنے لاتا ہے۔ ایک طرف امیروں کی خود غرضی اور بے رحمی اور دوسری طرف غریبوں کی امداد باہمی:

> "مامانے تھیلے اُٹھائے "دیکھو" ہمارے پاس کافی کے لیے شکر نہیں ہے۔ میرا بیٹا ٹام اسے شکر درکار ہے۔ دیکھو!" وہ بولیں" وہ سب وہاں باہر کام کر رہے ہیں۔ اگر تم مجھے شکر دے دو اور میں بعد میں پرچی لا دوں گی۔
>
> اُس آدمی نے نگاہیں ہٹالیں۔ ماما سے نگاہیں اتنی دور کرلیں جتنا ممکن تھا۔ "میں نہیں کر سکتا" وہ آہستگی سے بولا یہی قاعدہ ہے۔ میں نہیں کر سکتا۔ میں دشواری میں پڑ جاؤں گا۔ مجھے بید سے مار پڑے گی۔
>
> میں نہیں کر سکتا میم، قاعدہ یہی ہے اگر پرچی نہیں تو گروسری نہیں۔
>
> پھر اُس کی نظروں سے خوف غائب ہوگیا۔ اس نے اپنی جیب سے دس سینٹ نکالے اور اسے کیش رجسٹر میں ڈال دیا۔ "یہ لیجئے" اُس نے اطمینان سے کہا۔ اس نے کاونٹر کے نیچے سے ایک تھیلا نکالا۔ اسے کھولا اور اُس میں کچھ شکر ڈالی۔ تھیلی کا وزن کیا۔ پھر اس میں مزید کچھ شکر ڈالی "یہ لیجئے" وہ بولا اب سب ٹھیک ہے۔ تم اپنی پرچی لے آنا میں اپنا ڈائم واپس لے لوں گا۔
>
> مامانے اسے غور سے دیکھا۔۔۔ میں نے ایک اچھی بات سیکھی ہے۔ "وہ بولیں" ہر روز ہر وقت سیکھتی ہوں۔ اگر تم مشکل میں ہو تکلیف میں یا ضرورت مند، تو غریب لوگوں کے پاس جاؤ۔ صرف وہی تمہاری مدد کریں گے صرف وہی۔"(۲۳)

اسٹائن بیک نے اس ناول کے ذریعے امریکی معاشرے میں دکھاوے اور چمک دمک کا غلاف اُتار کر اس کا بدنما چہرہ دکھایا ہے۔

سعید نقوی نے دیگر کئی ناولوں کے تراجم بھی کیے ہیں وہ ترجمہ کرتے ہوئے مصنف کے قلب و ذہن کی گہرائیوں میں اُترتے ہیں اس کے خیال اور فکر کے ابلاغ کے بعد اُس کو اردو میں منتقل کرتے ہیں۔ سعید نقوی ترجمہ

کرتے ہوئے اصل کے ادائے نگارش اور لب و لہجے کے قریب رہتے ہیں۔ اس طرح سعید نقوی کے تراجم میں دوسری زبان میں منتقلی کے باوجود اصل کا اندازِ تخاطب اور طرزِ تکلم برقرار رہتا ہے۔ سعید نقوی ترجمہ کرتے ہوئے معلوماتی، تہذیبی اور جمالیاتی پہلوؤں کو مدِ نظر رکھتے ہیں اس لیے وہ بڑی کامیابی کے ساتھ ایک زبان کے تہذیبی تصورات کو دوسری تہذیب کے پیکر میں ڈھال دیتے ہیں۔ یوں قاری کو ان کے تراجم کا مطالعہ کرتے ہوئے فطری انداز نظر آتا ہے۔ سعید نقوی نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی بنا پر ادب عالیہ کے منتخب ادب پاروں کو تراجم کے ذریعے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ان کا یہ کام لائق تحسین ہے اور اردو ادب میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص ۱۴

۲۔ غلام علی مولانا، ادب میں تراجم کی اہمیت، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتبہ: اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۲۲

۳۔ ایضاً، ص ۲۲۶

۴۔ ایضاً، ص ۲۳۳

۵۔ ایضاً، ص ۲۶۳

۶۔ ایضاً، ص ۲۹۳

۷۔ ایضاً، ص ۲۹۶

۸۔ ایضاً، ص ۳۴۰

۹۔ یووال نوح ہراری، بندہ بشر، مترجم: سعید نقوی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۹ء، ص ۸

۱۰۔ جان ولیمز، اسٹونر، مترجم: سعید نقوی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۹ء، ص ۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۲

۱۲۔ ایضا، ۱۲۸

۱۳۔ ٹونی موریسن، دلاری، مترجم: سعید نقوی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء

۱۴۔ ایضاً، ص ۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۱۰-۱۱۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۴

۱۹۔ اسماعیل کاردارے، دونیم اپریل، مترجم: سعید نقوی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء، ص ۲۱

۲۰۔ جان اسٹائن بیک، اشتعال کی فصل، مترجم: سعید نقوی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء، ص ۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۴

۲۲۔ جان اسٹائن بیک، اشتعال کی فصل، مترجم: سعید نقوی، ص ۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۴۱۴